

جناب اختر راجہ

برصغیر پاک و ہند میں

انگریزوں کے پالیسی

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر و جہانگیر کے دور میں انگریزوں نے دربار میں رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ شاہجہان کے عہد میں ہوگلی کے علاقے میں ان کی آبادیاں پائی جاتی تھیں۔ انگریزوں نے مقامی لوگوں کو زبردستی انگلستان بھیجنے اور غلام بنانے کا انسانیت سوز طرز عمل اختیار کر لیا جس کی بنا پر شاہجہان کو ان کی گوشمالی کرنی پڑی۔ عالمگیر کے دورِ حکومت میں انگریزوں کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ ملکی معاملات میں مداخلت کریں۔

۱۶۵۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہو گیا اور یک نخت وہ تمام برائیاں نمودار ہو گئیں جو عالمگیر کی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے طفیل دبی ہوئی تھیں۔ ان برائیوں کو ختم کرنے کی صلاحیت عالمگیر کے ہاشمینوں میں نہ تھی چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر کے خونِ جگر کا پلا ہوا پودا امر جھاگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سری نگر سے راس کمار ی اور کابل سے آسام تک پھیلی ہوئی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

اس طوائف الملوک اور صوبیداروں کی باہمی سرچٹوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے بابوؤں کے ذہن میں اقتدار کی امنگ پیدا کر دی اور وہ ملکی سیاست میں دل چسپی لینے لگے۔ ۱۶۴۸ء میں انگریزوں نے مداس میں قدم جمانے اور ۱۶۵۷ء میں جنگِ پلاسی میں سراج الدولہ کو شکست دے کر میر جعفر کو صوبیدار بنا دیا۔ میر جعفر کی حیثیت ”مردہ بدست زندہ“ سے زیادہ نہ تھی اور بنگال کی عثمان حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۶۹۶ء میں شاہ زمان والی کابل نے پنجاب میں رنجیت سنگھ کو صوبیدار بنایا جس نے خود مختاری کا اعلان کر کے ۱۸۱۸ء میں ملتان پر حملہ کیا اور فتح کر لیا۔ جہاں نواب مظفر خاں بہادر سے لڑنا

ہوا کام آیا۔ ۱۸۱۹ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے کشمیر بھی نکل گیا اور رنجیت سنگھ کا اقتدار پشاور تک محیط ہو گیا۔ ۱۸۴۳ء میں کمپنی نے سندھ کا الحاق کر لیا۔ ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ انٹر کورنٹار کر کے اودھ کی برائے نام مسلمان حکومت بھی ختم کر دی گئی۔ صرف دہلی کے شاہی قلعے میں مغلیہ حکومت کا تاہدار "خدم و شرم" کے ساتھ مقیم تھا۔ آخر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی نے اسے بھی ختم کر دیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے صد سالہ جدوجہد کے بعد برصغیر پاک و ہند میں انگلستان کا بھنڈا لہرایا۔ نومبر ۱۸۵۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بجائے سرکارِ برطانیہ نے ملک کا نظم و نسق سنبھال لیا۔

انگریزوں نے جب اس ملک پر قبضہ کیا تو یہاں کئی اقوام بستی تھیں جن میں عددی اکثریت کے لحاظ سے دو قومیں ہندو اور مسلمان زیادہ نمایاں تھیں۔ ہندو قوم میں ایک جہتی اور اتحاد قطعاً نہیں تھا، کیوں کہ ہندو سوسائٹی چار ذاتوں میں منقسم تھی۔ برہمن، کشتری، دلیش اور شودر ان چاروں ذاتوں کے معاشرتی اور سماجی امتیازات نے انہیں ایک دوسرے سے کاٹ دیا تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ برہمن ڈاکٹر شودر مرلیض سے براہ راست بات تک نہ کرتا تھا بلکہ ایک پتھر یا اینٹ کو واسطہ بناتا۔ ڈاکٹر اینٹ یا پتھر کو مخاطب کر کے پوچھتا کہ اسے کیا بیماری ہے اور شودر اپنی تکالیف اینٹ کے ذریعے ڈاکٹر صاحب کو بتاتا تھا۔

حتیٰ کہ کسی شودر کو برہمن آقاؤں کی زبان میں گفتگو تک کرنے کی اجازت نہ تھی وہ اس زبان میں نہ ہی کتاب و پتھر نہیں پڑھ سکتے تھے بلکہ اگر ان کے کانوں میں وید کے الفاظ پڑ جاتے تو ان کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا۔ ذاتوں کے اس فرق کو واضح کرنے کے لیے مفید تو اینٹ نقل کرتا ہوں

★ شودر کی پیدائش کی عرض برہمن کی غلامی ہے۔

★ برہمن سے ۲ فیصد اور شودر سے ۵ فیصد سو دیا جاتے۔

★ برہمن کے ساتھ سخت کلامی کی سزا، کشتری پر ایک سو روپے جرمانہ دلش کو دو سو روپے جرمانہ کیا جائے گا اور شودر کو قتل کر دیا جائے گا۔

★ شودر اگر برہمن کے علاوہ کشتری یا دلش سے سخت کلامی کرے تو اس کی زبان کاٹ دی جائے گی۔

★ برہمن اگر زنا کار کتاب کرے تو صرف معمولی جرمانہ اور جہامت کر دی جائے گی مگر شودر کو قتل کر دیا جائے گا۔

اگر شہر برہمن پر ہتوک دے تو اس کے دلوں ہونٹ ترشوا دیے جائیں گے۔
ہندو سوسائٹی کے مندرجہ بالا قوانین سے واضح ہے کہ انسانیت کو طبقات میں تقسیم کرنے والی قوم
آپس میں متحد اور یک جسم نہیں ہو سکتی۔

ہندوؤں کی اس تفریق اور انتشار کے پیش نظر انگریز ان سے خائف نہ تھا۔ ثانیاً ہندوؤں نے
آزادی کا لطف نہیں اٹھایا تھا۔ ان کی قیمت میں ابتداء ہی سے غلامی لکھی ہوئی تھی۔ کبھی آری ان کے آقا بنے
اور کبھی مسلمان۔ اب انگریز اس کے آقا بن گئے تھے۔ ان کی غلامی میں ذرا بھر کمی نہیں تھی۔ صرف آقاؤں کی تبدیلی
ہوئی تھی۔

ہندوؤں کے برعکس انگریز مسلمان قوم سے بوجہ خائف تھا۔ اولاً اس قوم میں اتحاد اور یک جہتی
بدرجہ قائم پائی جاتی ہے۔ ان میں اعلیٰ ذاتی کا کوئی سوال نہیں۔ سب ہی آدم کی اولاد ہیں اور ایک ہی
حیثیت کے مالک ہیں۔ خدا کے حضور پہنچ کر ان میں محمود و ایاز کا کوئی فرق نہیں رہتا۔
ثانیاً مومن کبھی غلام نہیں ہو سکتا۔ غلام بہتے ہوئے اس کا دین ہی مکمل نہیں ہو سکتا۔ وہ تو آزادی
کا متوالا اور شہید ہے۔

ثالثاً مسلمانوں سے حکومت چھین گئی ہے تاہم وہ آزادی کی لذت سے آگاہ ہیں چنانچہ دوبارہ
آزادی کی خاطر لڑیں گے اور آخر دم تک آزادی کی کوشش کرتے رہیں گے۔

چنانچہ انگریزوں کے خدشات حرف بحرف درست ثابت ہوئے۔ حصول آزادی کی خاطر
اہل ہند نے دوبارہ کمر ہی کوشش کی۔ پہلی کوشش سید احمد شہید کی تحریک مجاہدین تھی اور دوسری
کوشش ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی۔ لیکن ان دونوں تحریکوں میں ہندوؤں نے بحیثیت جماعت کوئی
حصہ نہ لیا۔ بلکہ ہندو ازم کے فروغ اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔

انگریزوں نے مسلمانوں کی نفسیات کا جائزہ لے کر اپنی پالیسی کے اصول و نکات طے کیے۔ جنہ
میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

1 DIVIDE AND RULE (چھوٹ ڈالو اور حکومت کرو)

انگریزوں کی پالیسی کا پہلا سنہری اصول "چھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" تھا۔ ہندو اور مسلمان تو پہلے
ہی مذہبی، ثقافتی، سماجی اور معاشرتی طور پر دو جدا قومیں تھیں۔ اب مسلمان میں چھوٹ ڈالنے کے لیے

مختلف حربے استعمال کیے گئے اور وہ تو مہاجرین جہاد پر بنیائے مخصوص بن جاتی تھی۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے پلہا حربہ ”وہابیت“ استعمال کیا گیا جس کی بدولت ہندو مسلمان وہابی اور غیر وہابی دو طبقوں میں بٹ گئے۔ تحریک مجاہدین کے دور میں اس الزام کو ہوا دی گئی کہ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید وہابی ہیں۔ وہابی سے مراد وہ لوگ ہیں جو محمد بن عبدالوہاب کی تحریک توحید و احیائے اسلام میں شامل رہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں ہمارے ہاں گونا گوں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کی پہلی وجہ متعصب غیر مسلم مستشرقین کے ”علمی مقالات“ ہیں۔ دوسری وجہ اس تحریک سے براہ راست عدم واقفیت ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کا ہازہ لینے پر معلوم ہوا ہے کہ ان کی تحریک میں وہی اسپرٹ اور جذبہ کام کر رہا تھا جو امام احمد بن حنبل کا مسلک ہے۔

جہاد کی تحریک اصلاح و احیائے دین اور ہندوستان کی تحریک جہاد میں ایک دوسرے سے مقاصد کی وسعت کے لحاظ سے امتلاف پایا جاتا ہے نیز دونوں تحریکوں کے لیڈروں کے تعلقات کا کوئی ثبوت میا نہیں ہو سکتا۔ ۱۸۶۹ء میں ولیم ولسن ہنٹر نے ہمارے ہندوستانی مسلمان کے نام سے ایک سروے کیا جس میں تحریک مجاہدین سے منسلک لوگوں کو خوب دل کھول کر گالیاں دی ہیں اور ان کی ”باغیاد“ سرگرمیوں کو فاش کیا ہے۔ ہنٹر نے ”وہابی“ کا لفظ ان صحابہوں کے لیے بطور گالی استعمال کیا ہے بعد ازاں یہ لفظ ایسا چمکا کہ انہوں نے بھی اسے اپنا لیا۔ بس یہی کہا جاسکتا ہے

ان کی محفل سجاد ہا ہوں چراغ میرا ہے بات ان کی!

ان ہی کے مطالب کی کہ رہا ہوں زبان میری بھائی ان کی

سید احمد شہید اور ان کے رفقاء ۱۲۳۴ھ بغرض حج تشریف لے گئے تھے۔ جب کہ معظہ میں سے ”وہابیوں“ کا گزرتا تھا۔ بہر حال اس حوبے نے خاطر خواہ کام کیا اور مسلمان میں مذہبی افتراق و انتشار پیدا ہو گیا۔ اسی طرح فروعی مسائل پر مناظرہ رنگ پیدا کیا گیا اور قوم کی روح جہاد کو ختم کیا گیا۔ امت مسلمہ کے اتحاد اور یک جہتی کو ختم کرنے کے لیے دوسرا حربہ معاشی گردو بندیوں کا اختیار کیا گیا

انگریزوں نے جن لوگوں سے فائدہ اٹھایا۔ ایک تو ان کو صلہ دینے کی خاطر جاگیریں عطا کر دیں اور ساتھ ہی انہیں قوم کی نظروں میں گر آدیا۔ انگریزوں نے ٹوڈیوں کو خوش کر کے مراعات یافتہ طبقہ پیدا کر دیا جس نے خود انگریزوں سے زیادہ ان کے مفاد کی حفاظت کی اور عوام کو کچلنے میں کوئی دقیقہ غور و گذاشت

ذکیا۔

تیسرا حربہ اہل حرفہ سے نفرت پیدا کی گئی۔ اہل حرفہ سے نفرت پروپیگنڈے کے پس پشت معاشی خود غرضی کارفرما ہے۔ ایک دور تھا جب ہندوستان کی مصنوعات اہل یورپ کے لیے تبرکات کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ہندوستانی ملل سلطنت ردما کی شہزادیاں امتیازی پوشاک کے طور پر استعمال کرتی تھیں اور جدید اثری تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ ابرام مصر میں جنوٹا شدہ لاشوں پر ڈھاکے کی ملل لیٹی ہوئی ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کپڑے کی صنعت میں ہندوستان کے کاریگر کس قدر کمال رکھتے تھے۔

انگریز چاہتے تھے کہ ہندوستان کے کاریگر اس پیشے سے کنارہ کشی اختیار کر لیں تاکہ برطانیہ کا کپڑا ہندوستان میں پاک سکے۔ کپاس ہندوستان سے انگلستان پہنچا دی جائے اور وہاں سے کپڑا تیار کر کے ہندوستان میں فروخت کیا جائے۔ یوں ہندوستان کو دوہرا لوٹا جائے۔

اس مقصد کی خاطر جولاہوں کے ہاتھ کٹوائے گئے۔ انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ اس پیشے سے باز آجائیں لیکن ہٹ کے پکے جب باز نہ آئے تو ان کے خلاف قلمی محاذ کھولا گیا۔ جولاہوں کی بیوقوفی اور اہلی کی فرضی داستانیں تخلیق کی گئیں اور وہ نائٹوں، ڈراموں اور قصے کمائیوں کی صورت میں عوام کے سامنے لائی گئیں چنانچہ یہ کمائیاں مقبول ہوتی گئیں اور جولاہوں نے اس پیشے کو خیر آباد کنا شروع کر دیا کیوں کہ کوئی بھی تو بے وقوف کہلا نا پسند نہیں کرتا۔ عزیز نیک انگریزوں کا یہ حربہ کامیاب رہا اور اس سے دو فائدے حاصل ہو گئے ایک تو انگلستان کی صنعت کی رکاوٹ دور ہو گئی۔ ثانیاً معاشرے میں تفریق بھی ہو گئی۔

جولاہوں کے علاوہ دوسرے اہل حرفہ کو بھی ذلیل اور رسوا کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ کسی قوم کی دولت وہ اہل حرفہ ہوتے ہیں جو اس کے وسائل سے کام لے کر مصنوعات تیار کرتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ہاں افراد کو بہت زیادہ ہیں لیکن اہل فن کی کمی ہے۔ صنعتی پسماندگی کی منجملہ دیگر وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں اعلیٰ تربیت یافتہ مزدور نہیں ہیں۔ انگریزوں نے اس طبقے کو "کین" شہور کرایا اور یہ طبقہ کس مہر سہی کی زندگی گزارتا رہا۔ اس "کین" طبقے میں وہ فہمی رہتا بھی ہے جو اگر یورپ میں ہو تو فادر (FATHER) اور ہمدے ہاں "کین" ملا در حقیقت علماء کے وقار کو خاک میں ملانے کی یہ ایک سازش تھی۔

مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو سرد کرنے اور انہیں غلامی پر تاج بنانے کے لیے جو محتارہ "تعلیم" آرمیا گیا۔ کسی قوم کو بنانے یا بگاڑنے کا انحصار نظام تعلیم پر ہوتا ہے۔ انگریزوں نے ایک ایسا نظام تعلیم متعارف

کرایا جس نے دفتروں کے کلرک تو بتیرے پیدا کیے لیکن اہل فکر گئے چنے ہی۔
لاڈ لیکامے نے تاریخچی یادداشت میں لکھا ہے:

” ہمیں ایک ایسی جماعت تیار کرنی چاہیے جو ہم میں اور بیماری کروڑوں رعایا کے درمیان
مترجم ہو۔ یہ جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی مگر مذاق
ورلے اور ذہن کے اعتبار سے انگریز ہو“

سچ کہا اقبال نے ع

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو

ہو جائے جو نرم تو جدھر چاہے تو پھیر!

— خوں غلامی کو راسخ کرنے اور آزادی کی سپرٹ ختم کرنے میں اس نظام تعلیم نے اہم رول ادا کیا۔
مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی رہی سہی کسر جہاد کی تیغ کے اعلان کرنا اور نکال دی اور مسلمانوں میں
ایک اہم اختلاف پیدا کر دیا گیا۔

قرآن و حدیث دونوں یقینی ہیں!

بیان ہیں بلکہ ابن حزم نے آیت مذکورہ میں جو لفظ ذکر آیا ہے اس میں قرآن و حدیث دونوں شامل مانا ہے
اور کہا ہے کہ جو روایت بالاتفاق صحیح قرار دی گئی ہے اور اس کے بیان کرنے میں راویوں کو خطا سے محفوظ
مانا جائے گا۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بشر ہونے کے دین کے بیان کرنے میں خطا پر برقرار رہنے
سے معصوم ہیں۔ پس محفوظ ہونے میں قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں۔ پس ایسی حدیث جس کی صحت
میں اختلاف نہ ہو اسے بھی علم حاصل ہوگا نہ ظن۔

نوٹ

بواہ کد ام خط لکھتے وقت خریداری و ایجنسی نمبر ضرور لکھیں
تاکہ تعمیل میں وقت نہ ہو۔
ناظم دفتر